جناب مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب۔ دیوبند

ریاض کی اسلامی جغرافیائی کانفرنس

رپورٹ نگار جناب مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب دارالعلوم دیوبند کے شہرۂ آفاق عربی جریدہ الداعی کے فاضل مدیر ہیں، آپ نے کانفرنس میں دارالعلوم دیوبند کے نمائندہ کی حیثیت سے شمولیت کی اور مسئلہ فلسطین پر ایک پُرمغز مقالہ بھی پڑھا۔ (ادارہ)

سعودی عرب کے پایۂ تخت ریاض میں ۲۰ تا ۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو منعقد ہونے والی عالمی جغرافیائی کانفرنس اپنی نوعیت کی پہلی اہم علمی کانفرنس تھی، جس میں دنیا کے تیس۳۰ ملکوں کے تقریباً دو۲۰۰ سو مسلم علماء، دمفکرین اور جغرافیہ د اقتصاد کے ماہرین نے شرکت کی اور پورے ہفتہ کانفرنس کی کاروائی جاری رہی۔

کانفرنس کا انتظام ریاض کی امام محمد بن سعود یونیورسٹی کی فیکلٹی آف سوشل سائنس کی جانب سے کیا گیا تھا اور جسے خود سعودی عرب کے ولی عہد معظم امیر فہد بن عبدالعزیز کی سرپرستی اور ریاض کے گورنر امیر سلمان بن عبدالعزیز کی رہنمائی حاصل تھی اور جس میں کانفرنس کے عام پروگرام کے علاوہ کتابوں اور نقشوں کی دو۲ اہم نمائشوں کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ کانفرنس اپنی انتظامی خصوصیات، جاذبیت و تنوع اور پروگرام کی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے سعودی عرب کی ہمہ جہت علمی و دینی سرگرمیوں کا ایک حصہ اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی روز افزوں ترقی کی مکمل آئینہ دار تھی۔

شرکائے کانفرنس کو عمرہ کی سعادت اور مدینہ طیبہ کی حاضری کی دولت سے بھی بہرہ ور کیا گیا۔ جو بجائے خود بڑی اہمیت کی حامل اور ہر مومن کا تقاضائے ایمان اور منتہائے آرزو ہے۔

مندوبین کے قیام کا نظم فندق الریاض انتر کونٹیننتال میں کیا گیا تھا۔ اور ہوٹل ہی سے ملحق قاعۃ الملک فیصل جو کانفرنسوں اور اجتماعات کے لئے نہایت عمدہ اور ترجمہ کی مشینی سہولتوں سے آراستہ اور نہایت ہی موزوں ہال ہے۔ اس کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ہوٹل کے کمرے بھی بڑے آرام دہ اور کھانے کا نظم بھی نہایت اعلیٰ اور پُرتکلف تھا۔

ہندوستان سے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے چار نمائندے مدعو کئے گئے تھے جن میں دارالعلوم دیوبند

کی طرف سے احقر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کیطرف سے پروفیسر محمد شفیع صاحب پرو وائس چانسلر اور جمشید پور کالج سے شمیم احمد مدنی صاحب شامل ہیں اور پاکستانی مندوبین میں پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اسمٰعیل سیٹھی صاحب اور کچھ دوسرے احباب تھے۔

کانفرنس کی مجلس منتظمہ کے سربراہ اور فیکلٹی آف سوشل سائنس کے پرنسپل شیخ محمد عبداللہ عرفہ نے اپنے تفصیلی برقیہ میں کانفرنس کے انعقاد سے دو روز پہلے ہی ریاض پہنچنے کی ہدایت کی تھی اس لئے ۱۸ر جنوری کی صبح کو ہم لوگ ریاض میں تھے۔ ایئرپورٹ پر جامعہ کے اساتذہ اور رضا کاروں کا ایک وفد استقبال کے لئے موجود تھا جن میں شیخ محمد عرفہ کے نائب اور جامعہ محمد بن سعود کے استاذ شیخ عبدالعزیز اللبیلم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ صدر مجلس استقبالیہ بھی وہی تھے۔ ائیرپورٹ سے سیدھے ہوٹل لایا گیا اور قیام کا نظم کر دیا گیا وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی یہ احساس ہوا کہ مجلس منتظمہ کی چھ ذیلی کمیٹیاں اپنے فرائض کی ادائیگی میں نہایت تندہی سے مصروف ہیں۔ مہمانوں کی راحت رسانی کا پورا پورا خیال رکھا جارہا ہے۔ اور کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لئے بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔

پہنچنے کے ساتھ ہی شناختی کارڈ اور کانفرنس سے متعلق شائع شدہ لٹریچر فراہم کر دیا گیا جس میں کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور اس کے تفصیلی پروگرام پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ ایک کتابچے میں تمام شرکاء کانفرنس کا عربی اور انگریزی میں تفصیلی تعارف تھا۔ اور دوسرے میں کانفرنس کا ابتدائی تخیل اور اس کے بروئے عمل آنے کی پوری تفصیل تھی۔

میرے ساتھ الداعی کا تازہ شمارہ تھا جس میں کانفرنس کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ چنانچہ اللجنۃ الاعلامیۃ نے اسے بڑی اہمیت دی۔ اور اس کے متعدد نسخے اپنی فائل کے لئے منگوائے۔ اسی دن شام کے وقت کانفرنسوں کی روایت کے مطابق ایک خوبصورت بیگ میں جو کانفرنسوں کے مونوگرام سے مزین ہے وہ کتابیں پیش کی گئیں، جو کانفرنس کے موقع پر مجلس منتظمہ نے تیار کرائی تھیں ان میں دو کتابیں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ البلدان الاسلامیۃ۔ ۲۔ وصف افریقیا۔

پہلی کتاب تین بلند پایہ محققین نے ملکر تیار کی ہے جس میں عالمِ اسلام کا مفصل تعارف وہاں کے جغرافیائی اور اقتصادی حالات اور مسلم اقلیت سے متعلق معلومات پیش کی گئی ہیں مختلف نقشوں سے بھی مزین ہے۔ اور ایک دستاویزی حیثیت کی حامل ہے، البتہ مسلم اقلیت والے حصے میں بعض معمولی فروگذاشتیں ہیں جنکی طرف میں نے توجہ دلائی تھی چنانچہ ڈاکٹر محمود شاکر جنہوں نے وہ حصہ لکھا ہے، انہیں دور کر دینے کا وعدہ کیا۔ کتاب کئی سو صفحات پر مشتمل اور ستر سے زائد عالمِ اسلام کے نقشوں سے آراستہ ہے۔

اور دوسری کتاب درحقیقت ایک غرناطی سیاح حسن بن وزان کا طویل و مفصل سفر نامہ ہے جنکی زندگی خود ایک مرقع عبرت و بصیرت ہے جنہیں مدت تک بجبر نصرانی بنے رہنے پر مجبور کیا گیا تھا، پھر وہ آزاد ہوئے اور اپنے دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کا انہیں موقع ملا انہوں نے ۱۰ سال کی عمر میں اپنا سفر شروع کیا تھا۔

سفر نامہ اطالین زبان میں قلمبند کیا تھا جسکا یورپ کی متعدد علمی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، تقریباً تین صدی تک ان کے اس سفر نامہ کو افریقہ کے بارے میں معلومات کے لئے اہم مرجع کی حیثیت حاصل رہی۔ عربی میں اس کا شائع ہونا نہایت ضروری تھا۔

ان کتابوں کے علاوہ ۱۸ جلدیں ان مقالات کی پیش کی گئیں جو شرکاء کانفرنس نے تیار کئے تھے اور جن پر کانفرنس کا دار و مدار تھا۔ میرا مقالہ جس کا موضوع "قضية فلسطين والبعادها السياسية والجغرافية" — تھا، لجنة الجغرافيه السياسية۔ سے متعلق مقالات کی پہلی جلد میں شامل تھا۔

ان مقالات کو پہلے دن پیش کر دینے کا مقصد یہ تھا کہ شرکاء کانفرنس پوری بصیرت کے ساتھ کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کریں اور بحث مباحثہ میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں، الغرض ۱۸، ۱۹ تاریخ کو آرام و راحت اور ریاض شہر کی سیر کے لئے مخصوص رکھا گیا۔ جمعہ کی نماز جامعہ ملک عبدالعزیز میں ادا کرائی گئی جو نہایت پر شوکت اور عالیشان مسجد ہے۔

۲۰ جنوری کی شام کو کانفرنس کا افتتاحی پروگرام تھا پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا ریاض کے گورنر بذات خود تو تشریف نہ لاسکے البتہ ان کے نائب امیر سطام بن عبدالعزیز نے اپنے افتتاحی خطبہ سے کانفرنس کا آغاز کیا جس میں جغرافیہ میں مسلمانوں کے کارناموں کی اہمیت اور کانفرنس کے بلند تر مقاصد پر روشنی ڈالی گئی تھی، امیر کے افتتاحی خطبہ کے بعد جامعہ الامام کے مدیر شیخ عبداللہ ترکی اور کانفرنس کی مجلس منتظمہ کے سربراہ شیخ محمد عرفہ کے مختصر بیانات ہوئے جن میں امیر معظم کا شکریہ ادا کیا گیا اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا گیا ایک دوسری نشست میں شیخ عبداللہ ترکی کو مؤتمر کا باقاعدہ صدر چنا گیا۔ اور ان کے لئے دو معاون منتخب کیے گئے۔

اگلے دن ۲۱ جنوری سے باقاعدہ کانفرنس کی کاروائی شروع ہوئی، شرکاء کانفرنس کے مقالات جنکی تعداد ایک سو چار تھی اور جو اٹھارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھے، ان کے موضوعات کے لحاظ سے مختلف کمیٹیاں بنا دی گئی تھیں اور کانفرنس کی کاروائی اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق نہایت متانت و وقار اور علمی سنجیدگی کے ساتھ جاری رہی۔ بحث و مناقشہ کے دوران کہیں بھی تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ہر شخص کو اپنے موضوع کے ساتھ اتنا انہماک اور اس درجہ دلچسپی رہی کہ کسی اور طرف توجہ کرنے کا موقعہ ہی نہیں تھا۔

۲۱ جنوری کی شام کو ہم سب کو ولی عہد معظم امیر فہد بن عبدالعزیز سے ملاقات کے لئے قصر المعذر میں لے جایا

گیا تھوڑے وقفہ کے بعد امیر محترم اپنے عام لباس میں نمودار ہوئے سب نے فرداً فرداً مصافحہ نہایت گرم جوشی سے کیا اور سب کے ساتھ بیٹھ گئے، عربی قہوہ سے ہم لوگوں کی تواضع کی گئی چند منٹ امیر معظم کے اسلامی عقیدہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی پھر شرکاء کانفرنس کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے ایک مصری مندوب نے امیر معظم کا شکریہ ادا کیا اتنے میں اذان ہوئی اور ہم سب رخصت ہو گئے۔

کانفرنس کے ایام میں عالم اسلام کی جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی مشکلات پر تفصیل سے بحث ہوئی مسلم جغرافیہ نویسوں کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا۔ جغرافیہ سے متعلق نوادر اور مخطوطات کی نشاندہی کی گئی ان کے شائع ہونے اور ایڈیٹ کئے جانے پر زور دیا گیا ان نقشوں کا جائزہ لیا گیا جو مسلم جغرافیہ نویسوں نے مختلف عہد میں تیار کئے ہیں اور ان کے علاوہ مسلم اقلیت کو درپیش مسائل، حج کی مشکلات اور سینکڑوں دوسرے موضوعات زیر بحث آئے۔ اس لحاظ سے کانفرنس بڑے دور رس اور مفید اثرات کی حامل رہی۔ میں نے اپنا مقالہ ۲۲ جنوری کی نشست میں پیش کیا۔ صدر اجلاس جامعۃ الامام کے استاذ اور مشہور محقق ڈاکٹر اسعد سلیمان عبدہ تھے احقر کے علاوہ ڈاکٹر محمود علی الغراۃ اور لیبیا کے ڈاکٹر فوزی الاسدی نے بھی مسئلہ فلسطین پر اپنے اپنے مقالات پیش کئے اس کے بعد بحث و مناقشہ کا سلسلہ شروع ہوا ڈاکٹر فوزی الاسدی نے چونکہ اپنے مقالہ میں مسئلہ فلسطین کو ایک خالص اقتصادی مسئلہ کی حیثیت سے پیش کیا تھا جس کی نہ تو کوئی دینی اہمیت رہ جاتی ہے۔ اور نہ سیاسی، اس لئے اس پر ہم لوگوں نے خوب خوب تنقیدیں کیں مثال کے طور پر مشہور امریکی سرمایہ دار روچیلڈ اور اس کے خاندان نے صیہونیت کے فروغ میں جو حصہ لیا تھا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ صرف تجارتی اغراض اور مالی منافع کے حصول کے خاطر تھا اس میں کوئی دینی یا نسلی جذبہ کارفرما نہ تھا۔ تاریخی واقعات و شواہد کے قطعی خلاف ہے اس لئے ان کے مقالہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ روچیلڈ اور اس کا پورا خاندان صیہونیت کا حامی صیہونی تحریک کے مؤسس اعظم ہرتذل کے اکسانے پر ہوا تھا اور ہرتذل کے بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتی کہ اس نے خالص دینی اور نسلی امتیاز کے جذبہ سے صیہونی تحریک برپا کرنے کی کوشش کی تھی اور پہلی صیہونی کانفرنس کے بعد ہی اس نے اپنی تبلیغی مہم کے ذریعہ روچیلڈ کو صیہونی تحریک کی پشت پناہی اور مالی استحکام باہم پہنچانے پر آمادہ کیا تھا اس لئے یہ بات مطلق قرینہ قیاس نہیں ہے کہ اس کے اور اسطرح کے دوسرے حاملین کے ذہن میں دینی جذبہ کارفرما نہ ہو۔

بالآخر ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی فراخ حوصلگی سے یہ اعتراف کیا کہ چونکہ وہ اقتصادیات کے پروفیسر ہیں اس لئے انہوں نے غیر شعوری طور پر مسئلہ کا ایک ہی پہلو سامنے رکھا میرے مقالہ پر مناقشہ میں جامعۃ الریاض کے استاذ ڈاکٹر محمود خلیلی اور عمان یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر حسن عبدالقادر صالح نے حصہ لیا اور جوابات سے کافی خوش ہوئے خود صدر اجلاس نے بھی مبارکباد دی یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم تھا۔

۲۵ جنوری تک مقالات اور ان پر بحث و مناقشہ کا سلسلہ جاری رہا اسی دوران ایک افسوسناک واقعہ یہ رونما ہوا کہ استاذ محمود عابدی جنکا مقالہ بھی مسئلہ فلسطین ہی سے متعلق تھا اور خاص طور پر انہیں ان مقالات کے عربی اور اصلی ناموں پر بڑا عبور تھا جن میں اسرائیل کی حکومت ایک خاص اسکیم کے تحت بدل رہی ہے انہوں نے اپنا مقالہ تو بھیج دیا تھا لیکن مقالہ پڑھنے سے پیشتر ہی اللہ کو پیارے ہوگئے، ان کا مقالہ ڈاکٹر محمود علی الفراء نے پڑھا اور اس پر بھی اسی طرح بحث و مناقشہ ہوا جسطرح اور مقالات پر یہ سلسلہ جاری تھا۔

۲۶ جنوری کی نشست ان تجاویز پر غور کرنے کیلئے رکھی گئی تھی جو مختلف ذیلی کمیٹیوں میں پیش کردہ تجاویز کی روشنی میں مرکزی ریزولیشن کمیٹی نے مرتب کی تھی۔

تجاویز بڑی اہم اور جامع ہیں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے لئے کافی فرصت درکار ہے، یوں سمجھنا چاہئے کہ ہفتہ بھر میں شرکاء اجلاس نے جو مقالات پیش کئے اور جو بحث و مناقشات ہوئے ان سب کا حاصل تجاویز میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی تھی۔

کانفرنس کے ایام میں ہی بعض دوسرے پروگرام بھی ہوتے رہے۔ "عمادۃ شئون المکتبات" نے "فندق زہرۃ الشرق" میں اور کلیۃ العلوم الاجتماعیہ کی جانب سے نادی الفروسیہ میں اور مدیر جامعہ کیطرف سے نادی البیضاء میں نہایت اعلیٰ اور پرتکلف لنچ اور ڈنر کے انتظامات کئے گئے تھے۔ کتابوں کی نمائش تو اہم تھی ہی لیکن نقشوں کی نمائش کا جواب نہیں کانفرنس کا مونوگرام بھی بڑا اہم ہے اس کا خاکہ ڈاکٹر مقبولی مصری نے پیش کیا تھا اس پر ایک نہایت مناسب حال آیت قل انظروا ماذا فی السموٰت والارض - لکھی ہوئی ہے۔

آخری دن کی آخری نشست تجویز کی دوبارہ خواندگی اور کانفرنس کے اختتام کے اعلان کے لئے تھی صدر کانفرنس نے شکریہ ادا کیا اور اسی پر کانفرنس کا اختتام ہوا شیخ محمد عرفہ نے بھی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اگلے دن علی الصباح ناشتہ کے ساتھ ہی احرام کے کپڑے تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ جامۂ احرام میں ملبوس ہوکر ہم سب خصوصی ہوائی جہاز میں سوار ہوگئے۔ جدّہ ایرپورٹ سے مکہ مکرمہ کیلئے بسوں کا نظم تھا۔ عمرہ کے ارکان کی ادائیگی کے ساتھ جمعہ کی نماز بھی حرم میں ادا کرنے کی توفیق ہوئی۔

فندق مکہ انٹر کونٹیننٹال میں دن کے کھانے کا نظم تھا کھانے سے فارغ ہوکر پھر جدّہ کیلئے اور وہاں سے بذریعہ خصوصی طیارہ مدینہ طیبہ کیلئے روانہ ہوگئے ایرپورٹ پر مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ کے علاوہ وائس چانسلر شیخ عبدالمحسن بن العباد اور المعہد العلمی کے مدیر شیخ حمید ابراہیم الحارثی اور دوسرے حضرات موجود تھے وہاں سے مختصر سے توقف کے بعد حرم نبوی پہنچایا گیا، روضۂ اطہر پر حاضری ہوتی نماز عشاء بھی قربان ادا کی گئی نماز سے فراغت کے بعد حرم سے قریب ہی "فندق التیسیر" میں جامعہ اسلامیہ مدینہ کیطرف سے ڈنر کا نظم تھا۔ بعدازاں تمام مندوبین کو ریاض واپس لایا گیا، اور علی الصباح رخصت کر دیا گیا۔